رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینہ کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو دار الامان قادیان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے ۔/۵ر
۲۔ خواص و معاونین سے ۔/۸ر
۳۔ ہندوستان سے باہر غیر ممالک والوں سے ۶ر
تنخواہ یافتہ ملازمین سے ۔/۱۰ر
آمدنی والے لوگوں سے ۱۲ر

نوٹ

یہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

از دفتر الحکم قادیان

نمبر ۳۳ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

چشمۂ معرفت

کتاب مستطاب چشمۂ معرفت یعنی مضمون (الہامی کتاب) جلسہ آریہ لاہور معہ ضمیمہ بجواب اعتراضات مضمون آریہ جو اوائل دسمبر ۱۹۰۷ء میں محلہ وچھو والی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں مسلمانوں کو بذریعہ خطوط و اشتہار طلب کر کے آریہ قوم کے مہاتماؤں نے دلخراش گالیوں سے اپنے مہمانوں کے دلوں کو گھایل کیا تھا۔ بفضل قادر مطلق ۳۲۸ صفحہ کے حجم میں حضرت اقدس مسیح موعود (ان پر ہزاروں سلام و درود) کے قلم سے لکھی گئی ہے اور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء تک انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہو جاوے گی۔ جن احباب کی درخواستیں پہلے سے موجود ہیں اُن کو بروقت طیاری بذریعہ وی پی فوراً روانہ کی جاوے گی لیکن صرف یہ قابل دریافت ہے کہ وہ بلا جلد چاہتے ہیں یا مجلد؟

قیمت مجلد تین روپیہ ہے اور بلا جلد کی دو روپیہ آٹھ آنہ ۲/۸ مجلد کی روانگی میں کسی قدر توقف بھی واقع ہوگا۔ جدید درخواستیں بھیجنے والے اس امر کی تشریح ضرور کریں کہ مجلد روانہ ہو یا بلا جلد۔ سابقہ درخواستوں میں اگر کوئی صاحب اس کی تصریح فرماویں تو بہتر ورنہ بلا جلد بذریعہ وی پی روانہ کر دی جاوے گی والسلام۔

المشتہر مہتمم کتب خانہ حضرت مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

۲ مئی ۱۹۰۸ء قبل ظہر بمقام لاہور

ایک گریجویٹ صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور کے اس نور کی شناخت کی توفیق دے تاکہ ہم اس نعمت سے محروم نہ رہ جاویں وغیرہ

فرمایا

اگرچہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ مگر کوشش کرنا انسان کا فرض ہے جیسا کہ قرآن شریف نے صراحت سے حکم دیا ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ یعنے انسان جتنی جتنی کوشش کرے گا اُسی کے فیوض سے مستفیض ہو سکے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ خدا میں ہو کر خدا کے پانے کے واسطے کی تڑپ اور گدازش سے کوشش کرتے ہیں اُن کی محنت اور کوشش ضائع نہیں جاتی۔ اور ضرور اُن کی راہبری اور ہدایت کی جاتی ہے۔ جو کوئی صدق اور خلوص نیت سے

خدا کی طرف قدم اُٹھاتا ہے

خدا اس کی طرف راہ نمائی کے واسطے بڑھتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ تدبّر کرے اور حق طلبی کی سچی تڑپ اور پیاس اپنے اندر پیدا کرے۔ معلومات کے وسیع کرنے کے جو سبیل اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں اُن پر کاربند ہو۔ خدا بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اس شخص سے جو خدا سے

لاپروائی کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ ان اللّٰہ غنی عن العالمین۔ قبولیت دعا کے واسطے بھی کوشش اور صدق دل کی سچی تڑپ ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

دیکھو دنیوی امتحانات کے واسطے لوگ کیسی کیسی خطرناک کوششیں کرتے ہیں۔ محنت کرتے کرتے اُن کے دماغ پھیر جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات خطرناک امراض مثل جنون۔ اور سل دق وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اور بصورت ناکامی بعض لوگ تو ایسے صدمات کے نیچے آجاتے ہیں کہ خودکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ غرض ایک چند روزہ اور دنیوی زندگی کے لئے کیسی کیسی سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ آخر یہ کامیابیاں کسی قدر اُن کی محنتوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں اگر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہیں اور امتحان کی تیاری نہ کریں تو کبھی کسی کو وہم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کامیاب ہوں۔ مگر جب باایں ہمہ سخت محنت اور کوشش کے بھی بعض لوگ ناکام ہو جاتے ہیں تو بالکل نکمے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہنے والوں کا کیا حال ہے۔ مانا کہ کوشش کرنے والے بھی ناکام ہو جاتے ہیں مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ اب آئندہ کوشش ہی نہ کی جاوے۔ یہ بالکل غلط راہ ہے۔ کیا عجب کسی کا شعر ہے ؎

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند
ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

دیکھو ایک کسان کیسی جانکاہی اور محنت سے ایک فصل تیار کرتا ہے۔ مگر بعض اوقات ژالہ باری سے اور بعض اوقات امساک باراں کی وجہ سے اس کا فصل ضائع ہو جاتا ہے۔ مگر اس ناکامی پر ایسا اثر نہیں ہوتا کہ پھر آئندہ کے واسطے لوگ زراعت ہی ترک کر دیں۔ ہزاروں ہیں کہ باوجود ان ناکامیوں کے پھر بھی پورے زور سے کوشش کئے جاتے ہیں۔ اور آخر اپنی کوششوں کے ثمرات سے مستفید بھی ہوتے ہیں۔

فیضان الٰہی کوشش پر موقوف ہے

دیکھو شاعر بھی جب کوشش کرتا ہے اور ٹکریں مارتا ہے تو آخر کوئی نہ کوئی شعر سوجھ ہی جاتا ہے۔ آپ کے واسطے بھی ضروری ہے کہ سلسلہ کی کتابیں مطالعہ کریں اور غور اور انصاف پسندی سے دیکھیں کہ آیا ان میں حق ہے یا کہ نہیں۔ کسی امر کے متعلق رائے قائم کرنے کے واسطے معلومات کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ جس کے معلومات وسیع ہو جاتے ہیں وہ خود موازنہ کر سکتا ہے کہ فریقین میں سے کون حق بجانب ہے۔

اکثر لوگ غرور نفس کی وجہ سے اول تو ہمارے پاس آتے ہی نہیں ہی مضائقہ کرتے ہیں۔ اور اگر آتے بھی ہیں تو وہ گھر سے ہی فیصلہ کر کے آتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی گذرے ہیں اور ہمیشہ محروم ہی رہ جایا کرتے ہیں۔ ایمان اُن کے نصیب ہوتا ہی نہیں۔ اصل میں ایسے لوگ

دہریہ بے دین اور بے قید

ہوتے ہیں۔ جو شخص سچے طور پر پکا مسلمان ہوتا ہے اسے حق کے پرکھنے کے واسطے بہت بڑے مشکلات نہیں آتے۔ کیونکہ ایک مسلمان جو حقیقت میں مسلمان ہے اور سنت اللہ اور سنت رسول سے واقف ہے وہ ہمیشہ منہاج نبوت کو مدنظر رکھکر ہی تحقیق کرے گا۔ ایسے لوگوں کے اعتراضات بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں۔ اور اس رستے کا بہت تھوڑا حصہ اُن کے واسطے باقی رہ جاتا ہے۔ اور اگر ایسا شخص ہے کہ اُن سے خود اسلام کے متعلق ہی شک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ابھی اُس نے اسلام کی صداقت کا ہی فیصلہ نہیں کیا تو پھر ایسے لوگوں کے واسطے سلامتی کی کوئی راہ نہیں اور بھی ہیں کہ آخر وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل

روحانی امور کے دشمن

ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قسم کا کبر اور غرور ہوتا ہے۔ وہ لوگ اتباع کو عار سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ نئی روشنی میں بھی ہلاک ہو گئے مگر خدا کے آسمانی نور کو قبول نہ کیا۔ خدا کا ہمیشہ سے یہ قانون چلا آتا ہے کہ جب دُنیا فسق و فجور اور گناہ سے پُر ہو جاتی اور ہر قسم کے مفاسد دنیا میں پھیل جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک روحانی سلسلہ قائم کر کے زمانہ کی اصلاح کرتا ہے۔ مگر وہ جو کہتا ہے کہ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے گویا وہ خدا کے قانون کو بدلنا چاہتا ہے۔ ایسے لوگوں سے تو یہ بھی خوف ہے کہ ایک دن اسلام سے بھی انکار کر دیں اور یہاں تک کہ خود خدا کی ہستی کی بھی ضرورت محسوس نہ کریں۔ یہ بڑی خطرناک راہ ہے کیونکہ جو

حقیقی اور سچی راہ شناخت

اسلام اور وجود باری تعالیٰ پر دلیل تھی ان لوگوں نے اسی سے روگردانی کر لی ہے۔ اکثر ان میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ معلومات وسیع کا دعوے کرتے ہیں مگر جاہل بلکہ اجہل ہوتے ہیں۔ دین اور علوم دینی سے اُن کو مس بھی نہیں ہوتا۔ فائدہ وہ لوگ اُٹھاتے ہیں۔ جو خالی النفس ہوتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں سچی پیاس نرمی اور صبر سے کام کرتے ہیں۔ روشنی کی ضرورت اس شخص کو ہوتی ہے جو ظلمت میں ہو۔ جس کے پاس پہلے ہی روشنی ہے وہ روشنی کا کیسے محتاج ہو سکتا ہے۔ جو برتن پہلے ہی پُر ہے اُس میں اور کیا داخل ہو سکتا ہے ہمیشہ خالی برتن میں کچھ بھرا جاتا ہے۔

عمر کا اعتبار نہیں۔ زمانہ بڑا خطرناک ہے۔ بہت جلدی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

طاعون

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ اس سال طاعون کسی قدر کم ہے۔ یہ کوئی خوشی مقام نہیں۔ کیونکہ لوگوں نے طاعون سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ جس غرض کے واسطے یہ آیا تھا وہ غرض ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اصل میں طاعون نام ہے موت کا۔ لغت میں وہ خطرناک عوارض جن کا انجام موت ہوتا ہے اس کا نام طاعون ہی رکھا ہے۔ اور یہ لفظ لغت کے رو سے بڑا وسیع ہے۔ ممکن ہے کہ اب کسی اور رنگ میں نمودار ہو جاوے۔ یا اسی رنگ میں آئندہ اور بھی زور سے پھوٹ نکلے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی افطر و اصوم کا لفظ ہے یعنے ایک وہ وقت ہے جس طرح افطار میں کھانا پینا جائز ہوتا ہے اسی طرح طاعون لوگوں کو کھاتا جاوے گا۔ اور ایک وقت ایسا بھی ہوگا کہ صوم کی طرح امن ہو جاوے گا۔ انی مع الرسول اقوم۔ افطر و اصوم۔ ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم۔ لوگ امن اور آرام کے واسطے جلدی ایک بات بنا لیا کرتے ہیں۔ اجی ایک بیماری تھی۔ سو چلی گئی۔

کیسا نشان اور کیسی تنبیہ

غرض اس طرح کے خیالات سے اپنی تسلی کر لیتے ہیں۔ اصل میں طاعون بڑا وسیع لفظ ہے۔ الطاعون الموت۔ کل امراض دوری کا نام یہ چیچک ہے۔ ذات الجنب ہے۔ تپ۔ گلٹیاں۔ قے۔ سکتہ۔ اس قسم کی کل امراض اس میں داخل ہیں۔ یہ لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صحابہؓ کے وقت میں بھی ایک قسم کا طاعون پھوٹا تھا مگر وہ بہت باریک ایک دانہ کی طرح ایک پھنسی ہوتی تھی جو کہ ہتھیلی میں نکلتی تھی۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ غشی اور نیند کی حالت میں اور بعض ہنستے ہنستے ہی اس دُنیا سے چل گذرتے ہیں بعض کو خون کے جلاب لگ جاتے ہیں۔ بعض کا کسی کسی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ ہوا کیا؟ دس آدمی تھے رات اچھے بھلے سوئے مگر صبح ہوتے اُن میں سے

ایک بھی زندہ نہ اُٹھا۔ غرض اس قسم کے کئی واقعات ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرض کا کسی کو پتہ نہیں لگا۔ اور اس کے کئی رنگ ہیں۔

اصل میں یہ وقفہ بھی شامت اعمال کی وجہ سے مفید نہیں بلکہ بہت ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ لوگ اب دلیر ہو جاویں گے اور جرأت سے ارتکاب جرائم کریں گے اور اس وقفے سے یہ نتیجہ نکال لینگے کہ اجی صاحب ایک

بیماری تھی گئی گذری

نہ کوئی نشان ہے کسی کا اور نہ عذاب۔ غرض یہ خوشی کا مقام نہیں بلکہ جائے خوف ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ طاعون کی وجہ سے ایک قہر الٰہی ٹوٹ پڑا تھا دُنیا پر ایسے وقت میں یہ الہام ہوا تھا کہ افطر واصوم یعنے ایک استعارہ تھا کہ کبھی یہ مرض زور پکڑ جاوے گا اور کبھی اس میں وقفہ بھی آجاوے گا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ خدا نہیں چھوڑے گا اور ہرگز نہیں چھوڑے گا جبتک لوگ اپنے اخلاق اعمال اور خیالات میں ایک تبدیلی پیدا نہ کرلیں گے۔

اصل میں ان لوگوں کو یہ امر بھی گراں گذرتا ہے کہ خدا کی طرف کوئی امر منسوب کیا جاوے۔ بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ اتفاقی طور سے ہو گئی۔ خدا کا اس میں کیا دخل و تصرف ہے۔ اب ہمیں تو اسبات کا فکر ہے کہ اب لوگ خواہ نخواہ یہ رائے قائم کرلینگے اور پھر اس رائے کو صحیح یقین کریں گے کہ ایک اتفاقی مرض تھا۔ سو جاتا رہا۔ اب امن امان ہو گیا غرض اس طرح سے اطمینان اور تسلی کرکے خدا سے مُنہ پھیر لینگے اور بے باکی اور جرأت میں ترقی کر جاویں گے۔

دلوں میں سے اللہ تعالےٰ کی عظمت ہی اُٹھ چکی ہے۔ دنیا کے حکام کی اور اپنے اغراض کی جس قدر عظمت اور تڑپ ان کے دلوں میں ہوتی ہے خدا اور اس کی رسول اور ان کی رضا کی اتنی بھی تڑپ اور عظمت باقی نہیں رہی۔ طاعون کا عالمگیر اور قہری نشان بھی ان کے واسطے مفید نہ ہوا۔ زلزلے بھی خدا کے وعدے کے عین مطابق آگئے۔ اور شہروں کے شہر جو کسی وقت بڑے آباد تھے ویران ہو گئے۔ مگر دُنیا نے تبدیلی پیدا نہ کی۔ چند روز ہوئے الہام ہوا تھا لزلزلۃ الارض یہ بھی ایک مخفی اور خوفناک بات پر استدلال کرتا ہے خواہ ظاہری ہو خواہ اندرونی۔ کیونکہ زلزلہ کا لفظ ظاہری معنوں کے سوا دوسرے معنوں پر بھی بولا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ نہ لتی لوہی لمن الا سند یل۔

اب جتنے نشان بھی خدا نے ظاہر کئے ہیں اُن سب کا ان پر الٹا اثر پڑے گا۔ اور سب کو یہ طاعون کیطرح اتفاقی سمجھکر سخت دل ہو جاویں گے۔ فرعون والا حال ہے۔ وہ بھی جب ایک عذاب میں افاقہ ہوتا تھا تو اُسے عارضی اور اتفاقی جان کر اور بھی سخت دل ہو جاتا تھا۔ آخر کار جب غرق ہونے وقت کہا میں بھی اسی ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ خدا کا نام پھر بھی نہ لیا۔

یہی حال اس وقت اس قوم کا ہے۔ طاعون تھا سو وہ کسی قدر کم ہو ہی گیا ہے۔ قحط بھی اب چنداں زور پر نہیں اور صورت امن کی نظر آنے لگ گئی ہے اب مطمئن ہو جاویں گے اور بے خوف ہو کر جرأت اور دلیری سے ارتکاب معاصی اور جرائم میں آگے سے بھی سخت دل ہو کر ترقی کر جاویں گے۔ اور توبہ استغفار اور توجہ الی اللہ اور تبدیلی کی فکر دلوں میں پیدا نہ ہوگی مگر خدا فرماتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

۲ مئی سنہ ۱۹۰۸ء بعد نماز عصر

(جناب شاہزادہ محمد ابراہیم خان صاحب کی ملاقات کے وقت حضرت اقدسؑ نے بزبان فارسی تقریر فرمائی اُنکا ترجمہ) فرمایا۔ دُنیا میں اس زمانہ میں نفاق بہت بڑھ گیا ہے بہت کم ہیں جو اخلاص رکھتے ہوں۔ اخلاص اور محبت شعبہ ایمان ہے۔ آپ کو خدا آپ کے محبت اور اخلاص کا اجر دے اور تقویت عطا کرے۔

اخلاق فاضلہ اسی کا نام

ہے بغیر کسی عوض معاوضہ کے خیال سے نوع انسان سے نیکی کی جاوے۔ اسی کا نام انسانیت ہے۔ ادنےٰ صفت انسان کی یہ ہے کہ بدی کا مقابلہ کرنے یا بدی سے در گذر کرنے کی بجائے بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کی جاوے۔ یہ صفت انبیاء کی ہے اور پھر انبیاء کی صحبت...... میں رہنے والے لوگوں کی ہے۔ اور اس کا اکمل نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ خدا ہرگز ضائع نہیں کرتا اُن دلوں کو کہ اُن میں ہمدردی بنی نوع ہوتی ہے۔

صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ کے دو ہی حصے ہیں۔ اور وہی قرآن شریف کی پاک تعلیم کا خلاصہ اور لب لباب ہیں۔ اوّل یہ کہ حق اللہ کے ادا کرنے میں عبادت کرنا۔ فسق و فجور سے بچنا۔ اور کل محرمات الٰہی سے پرہیز کرنا۔ اور اوامر کی تعمیل میں کمربستہ رہنا۔ دوم یہ کہ حق العباد ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ اور بنی نوع انسان سے نیکی کرے۔

بنی نوع انسان کے حقوق بجا نہ لانے والے لوگ خواہ حق اللہ کو ادا کرتے ہی ہوں بڑے خطرے میں ہیں۔ کیونکہ تعالیٰ تو ستار ہے۔ غفار ہے۔ رحیم ہے۔ اور حلیم ہے اور معاف کرنے والا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ اکثر معاف کر دیتا ہے مگر بندہ (انسان) کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ کبھی کسی کو کم ہی معاف کرتا ہے پس اگر انسان اپنے حقوق معاف نہ کرے تو پھر وہ شخص جس نے انسانی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہو یا ظلم کیا ہو خواہ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں کوشاں ہی ہو اور نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کی پابندی کرتا ہی ہو مگر حق العباد کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے اس کے اور اعمال بھی حبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ غرض مومن حقیقی وہی جو

حق اللہ اور حق العباد

دونوں کو پورے التزام اور احتیاط سے بجالاوے۔ جو دونوں پہلوؤں کو پوری طرح سے مد نظر رکھکر اعمال بجا لاتا ہے وہی ہے کہ پورے قرآن پر عمل کرتا ہے۔ ورنہ نصف۔ قرآن پر ایمان لاتا ہے۔ مگر یہ ہر دو قسم کے اعمال انسانی طاقت میں نہیں کہ بزور بازو اور اپنی طاقت سے بجالانے پر قادر ہو سکے۔ انسان نفس امارہ کے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ جب تک اللہ کا فضل اور توفیق اس کے شامل حال نہ ہو کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ دعائیں کرتا رہے۔ تاکہ خدا کی طرف اسے نیکی پر قدرت دی جاوے۔ اور نفس امارہ کی قیدوں سے رہائی عطا کی جاوے۔ یہ انسان کا سخت دشمن ہے۔ اگر

نفس امّارہ نہ ہوتا تو شیطان بھی نہ ہوتا

یہ انسان کا اندرونی دشمن اور مار آستین ہے۔ اور شیطان بیرونی دشمن ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب چور کسی کے مکان میں نقب زنی کرتا ہے تو کسی گھر کے بھیدی اور واقف کار سے پہلے سازش کرنی ضروری ہوتی ہے۔ بیرونی چور بجز اندرونی بھیدی کی سازش کے کچھ کر ہی نہیں سکتا اور کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ شیطان بیرونی دشمن نفس امارہ اندرونی اور گھر کے بھیدی سے سازش کر کے ہی انسان کے

متاعِ ایمان میں نقب زنی

کرتا ہے۔ اور نورِ ایمان کو غارت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ بعض ہیں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھیراتا اور اس کی طرف سے مطمئن نہیں کہ نفس پاک ہوگیا ہے بلکہ یہ تو شریر الحکومت ہے۔ تزکیہ نفس بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ اور مدار نجات تزکیہ نفس پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من زکٰھا۔ اور تزکیہ نفس بجز فضل خدا میسر نہیں آسکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور اس کا قانون جو جاذب فضل کے واسطے ہمیشہ سے مقرر ہے وہ یہی ہے کہ اتباع رسول اللہ علیہ وسلم کی جاوے۔

مگر دُنیا میں ہزاروں ایسے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم بھی لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ نیک اعمال بجالاتے ہیں اعمال بد سے پرہیز کرتے ہیں اصل میں اُن کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اُن کو

اتباع رسولؐ کی ضرورت نہیں

مگر یاد رکھو یہ بڑی غلطی ہے۔ اور یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ ایسا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام پاک میں تزکیہ اور محبت الٰہی کو مشروط باتباع رسول رکھا ہے۔ تو کون ہے کہ وہ دعوے کر سکے کہ میں خود بخود ہی اپنی طاقت سے پاک ہو سکتا ہوں۔ سچا یقین اور کامل معرفت سے سچا ایمان ہرگز ہرگز میسر ہی نہیں آسکتا جب تک انبیاء کی بھی فرمانبرداری اور حمیت اختیار نہ کی جاوے۔ گناہ سوز ایمان اور خدا کو دکھا دینے والا یقین بجز اقتداری اور غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیوں کے جو انسانی طاقت اور وہم و گمان سے بالاتر ہوں ہرگز ہرگز میسر نہیں آسکتا۔

دُنیا اپنے کاروبار دنیوی میں جس استغراق اور انہماک سے مصروف ہوتی اور جیسی جیسی جانکاہ اور خطرناک مشکل سے مشکل کوششیں اپنی دُنیا کے واسطے کرتی ہے اگر خدا کی طرف بھی اسی طرح کی کوشش سے قدم اُٹھاویں اور اس وقت جو ایک آسمانی سلسلہ خدا نے اس غرض کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کی طرف متوجہ ہوں تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ اُن کے واسطے رحمت کے نشان دکھانے پر تیار ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ لوگ اس پہلو سے لاپرواہ ہیں۔ ورنہ دینی امور اور اعمال کیا مشکل ہیں۔ نماز میں کوئی مشکل نہیں۔ پانی موجود ہے۔

زمین سجدہ کرنے کیواسطے موجود

ہے اگر ضرورت ہے تو صرف ایک فرمانبردار اور پاک دل کی جسکو محبت الٰہی کی سچی تڑپ ہو۔ دیکھو اگر ساری نمازوں کو جمع کیا جاوے اور اُن کے وقت کا اندازہ کیا جاوے تو شاید ایک گھڑی بھر میں ساری پوری ہو سکیں۔ آخر پاخانہ میں بھی ..... جاتے ہیں۔ اگر اتنی ہی قدر نماز کی ان لوگوں کے دلوں میں ہو تو بھی یہ نماز کو ادا کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس اسلام اس وقت بہت خطرے میں ہے اور مسلمان در حقیقت

نورِ ایمان سے بے نصیب

ہیں۔ اگر کسی کو ایک مہلک مرض لگ جاوے تو کیا فکر لگ جاتا ہے مگر اس روحانی جذام کی کسی کو بھی پرواہ نہیں۔ جس کا انجام جہنم ہے۔ اصل میں ہمارے پاس تم آنا خدا کے حضور جانا ہے اور ہماری عزت اور حقیقت خدا اور رسول کے کلام کی عزت ہے۔ متواتر ۲۶ سال ہوئے ہیں کہ اُس نے ہمیں مامور کیا۔ مجدد بنایا۔ اور اصلاح مفاسد زمانہ کی غرض سے دُنیا میں بھیجا۔ اور پھر یہی نہیں کہ صرف ہمارا زبانی دعوے ہو بلکہ اُس نے ساتھ ساتھ اپنے ہزاروں زبردست نشان بھی دیئے منہاج نبوت پر بھیجا۔ مگر لوگوں نے پرواہ نہ کی۔ بلکہ اُلٹا کافر کہا۔ اکفر کہا۔ دجال کہا۔ کذاب کہا۔ حالانکہ جس خدا نے مجھے بھیجا اُس نے مجھے میری صداقت کے لئے نشان بھی ظاہر کئے۔ ایک نہیں۔ دو نہیں بلکہ ہزاروں نشان۔ دنیوی عدالتوں میں خواہ کتنا ہی سخت سے سخت مقدمہ ہو مگر دو تین گواہ گذرنے پر سزائے موت تک بھی دیجاتی ہے مگر یہاں تو ہزاروں لوگ ہیں جو ہمارے ان نشانات کے گواہ ہیں۔ مشرق سے مغرب تک کوئی جگہ نہیں جہاں ہمارے نشانوں کی گواہی موجود نہ ہو۔ مگر بااینہمہ ان لوگوں نے پرواہ نہیں کی۔

گورنمنٹ کا ادنےٰ چپراسی

وصول لگان کے واسطے آجاوے۔ کوئی اُس کا مقابلہ نہیں کرتا۔ اور اگر کرے تو گورنمنٹ کا باغی ٹھیرتا ہے اور سزا پاتا ہے۔ مگر خدائی گورنمنٹ کی لوگ پروا نہیں کرتے۔ خدا سے آنے والے لاریب غربت کے لباس میں ہوتے ہیں۔ لوگ اُن کو حقارت اور تمسخر سے دیکھتے ہیں ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے وہ جھوٹ نہیں کہتا وہ فرماتا ہے کہ آدم سے لیکر آخیر تک جتنے بھی نبی آئے ہیں اُن تمام سے ہنسی ٹھٹھا کیا گیا۔ مگر جب وقت گذر جاتا ہے پھر لگتے ہیں تعریفیں کرنے

شیخ عبدالقادر جیلانی رح

پر بھی قریباً دو سو علماء وقت نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ ابن جوزی جو محدث وقت تھا اُس نے ایک کتاب لکھی اور تلبیس ابلیس اس کا نام رکھا۔ اور بہت کچھ تلخ اور نازیبا الفاظ اُن کے حق میں استعمال کئے مگر اُن کے دو سو برس بعد اُن کو کیسا کامل اور پاکباز صادق انسان مانا گیا اور کیسی قبولیت ہوئی؟ دُنیا جانتی ہے۔ یہ صرف اُنہی پر نہیں بلکہ تمام اولیاء کے ساتھ یہی سلوک ہوتا چلا آیا ہے۔

غرض اُسی منہاج پر مجھے بھی تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء نے کافر۔ دجال۔ فاسق۔ فاجر وغیرہ کے خطاب دیئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ میں انبیا کو گالیاں دیتا ہوں۔ حالانکہ میں ان تمام انبیاءؑ کی عزت کرتا ہوں۔ اور اُن کی عظمت اور صداقت ظاہر کرنے کے واسطے ہی میری بعثت ہوئی ہے۔ یقین جانو کہ اگر میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور میں ہی

جھوٹا ہوں تو پھر تمام انبیاء

میں سے کسی کی نبوت کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر حضرت عیسےٰ ؑ کی وفات کا ذکر کرنا گالیاں دینا ہے تو پھر سب سے پہلے جس نے حضرت عیسےٰ ؑ کو گالی دی وہ خدا ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سے ایسا سلسلہ چلا آیا ہے کہ جب دُنیا میں حق اللہ اور حق العباد کی پروا دلوں سے اُٹھ جاتی ہے اور ظلم اور تعدی انسانوں کا شیوہ ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اپنے خالق اور معبود حقیقی سے مُنہ پھیر کر سینکڑوں بت اپنے واسطے تجویز کر لیتے ہیں اور انبیاءؑ کی تعلیم لوگ بھول جاتے ہیں۔ ایسے خطرناک وقت میں اللہ تعالیٰ ایک روحانی سلسلہ پیدا کر کے ان سب مفاسد کی اصلاح کرتا ہے۔ آج بھی اگر کسی انسان میں فراست موجود ہے تو دیکھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کی حالت اُس خطرناک حالت تک پہنچی ہے یا کہ نہیں جس وقت خدا اس کی خبر گیری کرے۔ زمانہ خود پکار پکار کر زبانِ حال سے کہ رہا ہے کہ مصلح کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ معمولی مسلمان تو کسی شمار میں ہی نہیں جو لوگ بادشاہ

کہلاتے ہیں اور

خلیفۃ المسلمین امیر المومنین

ہیں خود اُن کا حال ایسا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے اُن کو اتنی جرأت نہیں کہ اُن کی سلطنت میں کوئی شخص جرأت اور آزادی سے اظہار حق بھی کر سکے۔ سلطان روم کی سلطنت میں کوئی چار سطر بھی مذہب عیسوی کے خلاف نہیں لکھ سکتا۔ شاید یہ خیال ہو گا کہ تمام عیسائی سلطنتیں ناراض ہو کر سلطنت چھین لیں گی۔ مگر خدا کی سلطنت کا ذرا بھی خیال نہیں اور نہ ہی خدا کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے۔ خود داری بھی ایک حد تک اچھی ہوتی ہے۔ مگر جہاں ایمان جائے وہاں ایسی باتوں کا کیا خیال۔

حالانکہ ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کہ گورنمنٹ کو مذہب سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے عیسائیوں کے خلاف کتنی کتابیں لکھی ہیں۔ اور کس طرح کے زور سے اُن کے عقاید باطلہ کا رد کیا ہے مگر گورنمنٹ میں یہ بڑی بھاری خوبی ہے کہ کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اصل وجہ اپنی ہی کمزوری ہوتی ہے۔ ورنہ گورنمنٹ دین کے معاملات میں کبھی بھی دست اندازی نہیں کرتی۔

دیکھو ہمارے اس مقدمہ کی طرف ہی غور کر کے دیکھ لو کہ کس دیانت داری اور انصاف سے اس کا فیصلہ کیا گیا۔ امرتسر ۴۰ ہزار روپیہ ضمانت پر وارنٹ نکالا گیا مگر خدا کی قدرت وہ کتاب ہی میں پڑا رہ گیا۔ اور بعد میں اُس حاکم کو معلوم ہوا کہ وہ ایسا کرنے کا مجاز بھی نہ تھا۔ مگر خدا کا تصرف جو ہمیشہ اپنے دوستوں کے واسطے رنگارنگ طرزوں میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اس نے اس خطرناک وقت میں بھی ہماری نصرت کی۔ پھر مقدمہ تبدیل ہو کر گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں آ گیا جس نے کوئی وارنٹ نہ نکالا اور ہمیں بلوا کر بڑے احترام اور عزت سے ہمارے ساتھ سلوک کرتا رہا۔ مفصل واقعات مقدمہ کتاب البریۃ میں درج ہیں۔ ایڈیٹر غرض اس امر کے اظہار سے صرف یہی ہے کہ اول تو گورنمنٹ پر مذہبی معاملات کی وجہ سے مخالف ہو یا موافق کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ کیا جاتا ہے جو انصاف اور دیانت کا تقاضا ہو۔ دوسرے یہ کہ

خدا کا تعلق ایک ایسی چیز ہے

ہے کہ جس سے ہر مشکل کے وقت اُسے تسلی اور ہر بلا سے نجات عطا کی جاتی ہے۔ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا بھی پھر ہر بات میں اس کا پاس کرتا ہے۔ ایسے لوگ مومن کہلانے کے مستحق نہیں ہیں جو دنیا کے خطرات اور تفکرات میں ہی غرق ہوں اور خدا کا خانہ بالکل خالی پڑا رہے۔ مومن وہ کہلاتا ہے کہ ہلاکت کے قریب بھی پہنچ جاوے۔ مگر خدا کو نہ چھوڑے سا ایمان کا یہ ایک نشان ہے کہ آخر تک کل امور اُسی کے ہاتھ میں یقین کرے اور ناامید نہ ہو۔ بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔ مخلوق سے اتنا ڈرنا کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ

حرمین اس کی حافظ ہیں

حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہوا ہے جو مذہبی آزادی اس ملک میں ہمیں نصیب ہے وہ مسلمان ممالک میں خود مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں۔ دیکھو کس آزادی سے ہم کام کر رہے ہیں اور پھر کیا اثر ہماری تالیفات کا ملک پر ہوا ہے۔ قادیان میں ہمیشہ پادری لوگ آیا کرتے تھے۔ اُن کے خیمے ہمیشہ قادیان کے باہر کی طرف نصب کئے جاتے تھے اور وہ پھر کر اپنا وعظ کیا کرتے تھے مگر اب عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے کہ کبھی کسی پادری کی شکل بھی نظر نہیں آئی۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے اور مسلمانوں کو دھوبے سے بلایا کرتے تھے کہ کوئی ...... آنسے مباحثہ کرے اور کہتے تھے کہ نعوذ باللہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی معجزہ ظاہر نہیں ہوا ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ زندہ نبی کے مضمون پر بحث کی جاوے۔ مگر اب یہ معاملہ ہے کہ ہم بلاتے ہیں۔ انعام دیتے ہیں۔ مگر کوئی ادھر آتا ہی نہیں۔ گویا وہ پہلو ہی بدل دیا ہے۔ ہم جہاں تک کوئی طریق اتمام حجت کا ہو سکتا ہے کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ وہ وقت بھی آپ کو یاد ہو گا کہ کہا کرتے تھے کہ قرآن میں ایک بھی معجزہ نہیں ہے غلبت الروم والی پیشگوئی محض ایک اٹکل تھی جو آنحضرتؐ نے (نعوذ باللہ) دونوں طاقتوں کا مقابلہ کرنے سے کر دی تھی۔ نوبت یہاں تک تھی۔ پھر ایک اور خطرناک دھبہ ہمیشہ سے اسلام کے پاک اور نورانی چہرہ پر لگاتے ہیں کہ اسلام

تلوار کے زور سے پھیلا ہے

غرضیکہ طرح طرح کے الزامات اور بے جا اعتراضات کا ایسا طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا کہ ان کی کتابوں اور رسائل جو انھوں نے اسلام کے برخلاف اس نصف صدی میں لکھی ہیں جمع کیا جاوے تو میرے خیال میں ایک پہاڑ بنتا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اتنے حملے نہ کبھی کسی نبی پر کئے گئے اور نہ اتنی گندہ دہانی کسی نبی کے مقابل پر کی گئی اور جب سے دنیا پیدا ہوئی نہ کسی کو اتنی گالیاں دی گئیں اور نہ کسی نبی کی اتنی ہتک کی گئی ہے۔ آریوں کو دیکھو اُن کی کتابوں میں تو ایسا گند بھرا پڑا ہے کہ کوئی باغیرت مسلمان میں سمجھتا ہوں کہ ان کتابوں کی ایک سطر بھی پڑھ نہیں سکتا۔ خصوصاً اگر لیکھرام کی کتابوں کو دیکھا جاوے۔ اصل میں یہ لوگ اسلام کو ایک ذلیل اور چھوٹا سا فرقہ بھی دیکھ نہیں سکتے اور چاہتے ہیں کہ اس کا دنیا سے بالکل استیصال ہی ہو جاوے۔ غرض یہ تو بیرونی دشمنوں کا حال ہے۔ خود گھر کا حال اس سے بدتر ہے۔ اور اندرونی دشمن دوستی کے مدعی بن کر ان سے بھی زیادہ نقصان اور مضرت کا باعث ہو رہے ہیں۔

علماء جو دین کے ستون

اور نجات کا باعث سمجھے جاتے تھے۔ اُن کا یہ حال ہے کہ جب خدا نے عین سنت قدیمہ کے مطابق محض حق و حکمت سے عین ضرورت کے وقت ان مفاسد کی اصلاح اور انسداد کے واسطے ایک آسمانی سلسلہ قائم کیا اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی صداقت کے واسطے ہزاروں اقتداری نشانات ظاہر فرمائے ہیں۔ یہ لوگ جن کا بوجہ اس کے دین کے ستون بھی اور قرآن و حدیث کے علوم سے واقف و آگاہ ہونے کے زیادہ مستحق اس بات کے تھے کہ اس سلسلہ کی تائید کرتے اُلٹے دشمن اور استیصال چاہنے والے بن گئے۔ اور طرح طرح کے منصوبوں سے اس خدائی نور کے بجھا دینے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کی عملی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہے کہ حافظ شیرازی کا یہ شعر؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

شاید انہی علماء کے واسطے لکھا گیا تھا۔ پھر ان سے دوسرے طبقہ کے لوگ جو امراء ہیں اُن کا جو حال ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ وہ تو دین سے بالکل بے تعلق ہیں۔ اُن کو اپنے عیش و عشرت سے ہی فرصت نصیب نہیں۔ اگر فرصت نصیب ہو گی تو شطرنج کھیلنے بیٹھ گئے اور دیں گے۔ پھر اگر تیسرے طبقہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا جاوے جو کہ عوام ہیں تو اور بھی اسلام کی غربت اور نازک حالت پر رحم آتا ہے۔ جیل خانوں میں مسلمان بھرے پڑے ہیں۔ شراب خانوں میں مسلمان خراب ہو رہے ہیں۔ طوائف کے رنگ مسلمان کہلانے والے ہی بدحال ہیں۔ غرض ہر فسق و فجور اور معاصی اور گناہ کی مجلس میں غور سے دیکھو تو مسلمانوں کا نمبر

بڑھا ہوا ہے۔ جھوٹی گواہیاں دینا بھی مسلمانوں بلکہ خصوصاً نام کے مولویوں کا پیشہ ہی ہو گیا ہے۔

پھر با ایں ہمہ ہم پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ ہماری یہ خواہش ہے اور ہمیں اس بات کا اشتیاق ہے کہ صاحب اثر مسلمانوں کی ایک جماعت اس معاملہ کی تحقیقات تو کرے کہ آیا ہم پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ سچے ہیں؟ کیا یہ سچ ہے کہ ہم نے قرآن اور رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ اور نعوذ باللہ کوئی نیا دین بنا لیا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہم انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں۔

شاہزادہ صاحب موصوف نے سوال کیا کہ آپ بجائے اس کے کہ قادیان میں ہی ہمیشہ قیام رکھیں دورہ کر کے پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں اگر پھر کر وعظ و تبلیغ کا کام کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔

فرمایا۔ کہ اصل بات یہ ہے کہ تبلیغ کے وسائل ہر زمانہ میں مناسب وقت اور مناسب حال الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کی آزادی اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر ساتھ ہی اس میں بعض نقائص بھی ہیں۔ آپ نے جو طریق فرمایا ہے میں نے اس طریق تبلیغ کو بھی استعمال کیا ہے اور بعض مقامات میں اس غرض کے لئے سفر بھی کئے ہیں مگر اس میں تجربہ سے دیکھا ہے کہ اصل مقصد کماحقہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوران تقریر میں بعض لوگ بول اٹھتے ہیں۔ دو چار گالیاں بھی سنا دیتے اور شور و غوغا کر کے بدنظمی کا باعث ہو جاتے ہیں۔ اسی لاہور میں ہی ایک دفعہ حالانکہ خود ہمارا اپنا مکان تھا اور پولیس وغیرہ کا بھی انتظام تھا مگر ایک شخص دوران تقریر میں عین بھری مجلس میں کھڑا ہوا۔ اور

منہ پر کھڑے ہو کر گالیاں

سنائیں۔ میاں محمد خان صاحب مرحوم جو کہ ہمارے بڑے مخلص اور محبت کرنے والے تھے اُن کو جوش آ گیا مگر ہم نے اُن کو بند کر دیا کہ ہمارے اخلاق کے یہ امر برخلاف ہے کہ اُسی قسم کا پہلو اختیار کیا جاوے۔ غرض لاہور میں۔ امرتسر میں۔ دہلی میں۔ سیالکوٹ وغیرہ میں ہم نے اچھی طرح سے آزما لیا ہے کہ یہ نسخہ فتنہ سے خالی نہیں۔ اور اس میں شر کا اندیشہ زیادہ ہے۔ چنانچہ امرتسر میں ہمیں پتھر مارے گئے۔ اور ایک پتھر ہمارے لڑکے کے بھی لگا۔ بعض دوستوں کو جوتیاں بھی لگیں۔ لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین۔ پس آزمودہ نسخہ کو ہم اب دوبارہ کیسے آزما سکتے ہیں۔ پھر دوسرا بڑا

نقص یہ ہے کہ زبانی گفتگو میں نقل کرنے والے جو اُن کا دل چاہے کر لیں اور چاہیں تو رائی کا پہاڑ بنا لیں۔ قلم اُن کے ہاتھ میں ہے۔ پھر بعض شریر النفس لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دو دو گھنٹے تک اُن کو سمجھایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ اُن زبانی تقریروں میں انسان کو سوچنے کا بہت کم موقع ملتا ہے اور زبانی تقریریں صرف آنی اور فوری ہوتی ہیں اُن کا اثر دیرپا نہیں ہوتا اس واسطے مجبوراً اس راہ سے اجتناب کرنا پڑا۔ اور سلسلہ تحریر میں نے اتمام حجت کے واسطے مفصل طور سے ۸۰ سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں اور اُن میں سے ہر ایک جداگانہ طور سے ایسی جامع ہے کہ اگر کوئی طالب حق اور طالب تحقیق اُس کا غور سے مطالعہ کرے ممکن نہیں کہ اُس کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا ذخیرہ ہم نہ پہنچ جاوے۔ ہم نے اپنی عمر میں ایک بھاری ذخیرہ معلومات کا جمع کر دیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن تھا۔ اُن کی اشاعت بھی کی گئی ہے۔ اور دوست اور دشمنوں نے اُن کو پڑھا بھی ہے۔

زبانی تقریر کا عرصہ کم ہوتا

ہے۔ انسان کو اس میں تدبر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ بلکہ بعض جوشیلی طبیعت کے آدمیوں کو سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ تو اپنے خیالات کے خلاف سنتے ہی آگ ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے منہ میں جھاگ آنے لگ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے کتاب کو انسان ایک الگ حجرے میں لیکر بیٹھ جاوے تو تدبر کا بھی موقعہ ملتا ہے اور چونکہ اس وقت مد مقابل کوئی نہیں ہوتا اس واسطے خالی الذہن ہو کر سوچنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔

مگر با ایں ہمہ ہم نے دوسرے پہلو کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور اس غرض کے واسطے مختلف شہروں میں گئے تبلیغ کی ہے۔ بعض مقامات میں تو ہمارا اینٹ پتھروں سے بھی مقابلہ کیا گیا ہے۔ ابھی آپ کے نزدیک تبلیغ نہیں کی گئی۔

ہم نے اپنی زندگی میں کوئی کام دنیوی نہیں رکھا۔ ہم قادیان میں ہوں یا لاہور میں جہاں ہوں ہمارے انفاس اللہ ہی کی راہ میں ہیں۔ معقول رنگ میں اور منقولی طور سے تو اب

ہم اپنے کام کو ختم کر چکے ہیں

کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس کو ہم نے پورا نہ کیا ہو۔ البتہ اب تو ہماری طرف سے دعائیں باقی ہیں۔ خدا نے بھی کوئی امر باقی اٹھا نہیں رکھا۔ معجزات اس کثرت اور ہیبت سے دکھائے ہیں کہ دوست دشمن اُن کی عظمت اور شوکت کو مان گئے ہیں۔ اب اگر کوئی ہدایت نہ پاوے تو یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے۔ انک لا تهدی من احببت

خدا کے سلسلے کو ہتک اور خفت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ اس نے بہت بڑا ارادہ کیا ہے۔ اسلام کی خیر اسی میں ہے۔ ایک دفعہ ہم دہلی میں گئے تھے۔ ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا ہے کہ آں حضرت صلعم کو مدفون اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بٹھایا۔ یہ نسخہ تمہارے لئے مفید ہوا یا مضر اس سوال کا جواب تم خود ہی سوچ لو۔ ایک لاکھ کے قریب لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔ ہر قوم اور ہر فرقے میں سے۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ قریشی وغیرہ۔ یہ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بار بار زندہ کہنے کا نتیجہ ہے۔ مگر اب ایک دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں۔ وہ استعمال کر کے دیکھو۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو (جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے اور رسول کریم صلعم نے فعلی شہادت دے دی) وفات شدہ مان لو۔ ان میں ایک شخص جو کہ لمبے قد کا تھا وہ بولا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ آپ اپنا کام کئے جاویں۔ میں نے آپ کا طریق سمجھ لیا ہے۔ واقع میں اسلام کی خیر اسی میں ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں توفی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رویت سے فعلی شہادت دی کہ اُنکو معراج کی رات مردوں کے ساتھ دیکھا۔ بھلا زندوں کو مردوں سے کیا تعلق۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو اُن کے واسطے تو کوئی الگ کوٹھڑی چاہیئے تھی نہ یہ کہ وہ بھی مردوں کے ساتھ ہی رہیں۔ توفی کا لفظ بجز وفات کے جسم عنصری سے آسمان پر چڑھ جانے کے ہرگز قرآن شریف سے کوئی ثابت نہ کر سکے گا۔ دیکھو یہی لفظ توفی کا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں قرآن شریف نے بولا ہے۔

اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی لفظ توفی ہی آیا ہے۔ توفنی مسلما و الحقنی بالصلحین۔ اب جائے غور ہے کہ اوروں کے واسطے تو یہی لفظ موت پر دلالت کرے مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں اگر آ جاوے تو اس میں کچھ ایسی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے معنے بجائے موت کے جسم عنصری سے آسمان پر چڑھ جانے کے ہو جاتے ہیں۔

سب سے پہلا اجماع جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوا وہ وفات عیسےٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر ہے۔ ایک دفعہ

مفتی محمد صادق صاحب جو کہ ایک بڑے مخلص آدمی ہیں۔ اُن کو ایک بشپ پادری سے زندہ رسول کے مسئلہ پر مباحثہ کرنے کا موقع ملا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ لاہور میں ایک لارڈ بشپ نے ایک بڑے بھاری مجمع میں یہ بیان کیا کہ مُسلمانوں کا رسول (نعوذ باللہ) زندہ نبی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ زندہ نبی صرف حضرت عیسےٰؑ ہی ہیں۔ مسلمانوں کے

رسول مدینے میں مدفون

اور مسیح زندہ آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ اب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ہی سوچو اور فیصلہ کرو کہ افضل ان میں سے کون ہے۔ مُسلمان بیچاروں کے پاس اس سوال کا کیا جواب تھا؟۔ اتفاق سے مفتی محمد صادق صاحب اس جلسہ میں موجود تھے۔ انھوں نے یہ حال دیکھکر غیرت اسلامی کے تقاضا اور جوش سے اُٹھکر کہا کہ میں آپ کے اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت مسیح کی وفات کو بیان کر کے کہا کہ قرآن شریف میں حیات مسیح کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ قرآن شریف اُن کو بار بار انبیاء کی طرح وفات شدہ قرار دے چکا ہے یہ جواب سُنکر وہ بشپ حیرت زدہ ہو گیا اور کوئی جواب اس سے بن نہ آیا۔ صرف یہ کہکر ٹال دیا کہ معلوم ہوتا ہے

تم مرزائی ہو

ہم تم سے گفتگو نہیں کرتے ہمارے مخاطب عام مُسلمان ہیں۔ اس واقعہ نے ہمارے دشمنوں کے دلوں پر بھی اثر کیا اور اندر ہی اندر وہ ملزم ہو گئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ آج اگر کوئی عیسائیوں پر غالب آسکتا ہے تو وہ یہی فرقہ ہے۔ اور لوگوں نے متفق اللفظ یہ کہا کہ اگرچہ

ہیں تو کافر مگر آج اسلام کی عزت

انہی لوگوں نے رکھ لی ہے۔ فرمایا کہ قربان جائیے ایسے کفر کے جو اسلام کی اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کا باعث ہو۔

پس یاد رکھو کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی غریب مسافر گٹھڑی باندھے سفر کو تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ دُنیا کے بہت سے فکر اپنے ذمے ڈال لینے ٹھیک نہیں ہوتے۔ دیکھو دنیا میں طرح طرح کے آفات کیسے خطرناک حملے کر رہے ہیں۔ طاعون ہے۔ زلزلے ہیں۔ قحط ہے ان کے علاوہ اور سینکڑوں آفات ارضی و سماوی ہیں ان کے ہوتے ہوئے انسان مطمئن کیسے ہو سکتا ہے۔ دیکھو یہی طاعون یہ بھی ہماری صداقت کا ایک زبردست

نشان ہے۔ ہم نے اللہ تعالےٰ سے وحی پا کر اس مرض کی خبر اس وقت دی تھی جبکہ پنجاب میں اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور یہ کوئی ہمارا صرف زبانی دعوےٰ نہیں بلکہ بار بار ہم نے اس کے متعلق اپنی کتابوں اور سلسلہ کے اخباروں میں لکھکر دنیا کو اطلاع دی تھی کہ خطرناک طاعون ملک میں پھیلنے والا ہے ہر ایک کو چاہئیے کہ قبل اس کے کہ وہ وارد ہو جاوے

توبہ استغفار میں مصروف

ہو جاؤ اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر لو۔ مگر بہت تھوڑے تھے جنھوں نے ہماری بات کو سچا جانا اور اس کی طرف توجہ کی۔ ہم نے دیکھا کہ ملک کے مختلف حصوں میں بعض لوگ سیاہ رنگ کے درخت لگا رہے تھے۔ اُن سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ درخت طاعون کے ہیں۔ اور پھر ایک ہاتھی کا سا جانور جس کی اعضاء مختلف حیوانات سے مشابہ تھے اور مجموعی شکل ہاتھی سے مشابہ تھی دیکھا وہ ہاتھی ایک بن میں کبھی ادھر اور کبھی اُدھر مختلف سمتوں میں جاتا تھا اور مختلف قسم کے جنگلی جانوروں مثل ہرن۔ بکری۔ سانپ۔ خرگوش وغیرہ وغیرہ پر حملہ کرتا اور اُن کو کھا جاتا۔ جب وہ حملہ کرتا تو جانوروں کے شور و غل سے ایک قیامت کا شور بپا ہو جاتا۔ اور اس کے ہڈیوں وغیرہ کے چبنے کی آواز ہم سنتے تھے۔ ایک طرف سے فارغ ہو کر وہ ہمارے پاس آجاتا اور اس کے چہرہ سے بڑے حلم اور عزت کے آثار نمایاں تھے اور گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زبان حال سے کہتا ہے کہ

میرا اس میں کیا قصور ہے

مَیں تو مامور ہوں مجھے جو حکم ہوتا ہے اُس کی تعمیل کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر ہمارے پاس ٹھہرنے کے بعد پھر دوسری طرف جاتا اور وہاں بھی پہلے کی طرح عمل کرتا۔ اور پھر میرے پاس آبیٹھتا ہے۔ ایک طرف تو وہ جنگلی جانوروں کو کھاتا اور دوسری طرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خدا کے نازل شدہ غضب سے وہ تو خود بھی ہیبت زدہ تھا۔

یہ باتیں ہم نے آج نہیں بنالیں۔ بلکہ یہ اُس وقت کی ہیں کہ جب طاعون کا ملک میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ کیا اس قسم کی

غیبی پیشگوئیاں انسان کی طاقت

ہیں؟ اور انسان ایسے غیب کے بتانے پر قادر ہو سکتا ہے؟ غور تو کرو کہ کس قسم کا افترا ہے جو

عین دعوےٰ کے مطابق ظہور پذیر ہو کر صدق دعوےٰ کی ایک زبردست اور لاجواب دلیل بن گیا ہے۔

پھر زلزلہ کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ نے قبل از وقت خبر دی تھی۔ زلزلہ کا دھکا اور **عفت الدیار محلہا و مقامہا**۔ دیکھو پھر کیسا زلزلہ آیا اور کیسی کیسی تباہیاں دنیا میں واقع ہوئیں۔ ذرا کانگڑہ کے مندر کے حالات ہی غور سے پڑھ سُن لئے جاویں تو اس پیشگوئی کی عظمت اور ہیبت معلوم ہو گی۔ کیا یہ انسان کا کام ہے؟۔ ہرگز نہیں۔ بس اگر یہ خدا کا کلام ہے۔ تو پھر کیوں خدا کے مقابلہ میں ایسی جرأت اور دلیری کی جاتی ہے۔

مَیں کمزور اور ایک عاجز انسان

ہوں۔ مگر خدا جس سے چاہے کام لے یہ اُس کی بندہ نوازی ہے۔ کسی کا حق نہیں کہ خدا کے فعل پر اعتراض کرے۔ زمانہ آگیا تھا۔ اور تمام اہل اللہ نے اس وقت کی خبر دی تھی۔ حجج الکرامہ میں بہت سے اولیاء اللہ اور اہل کشف لوگوں کے اقوال کے حوالے درج کر کے صدیق حسن خان نے یہ ثابت کیا ہے کہ جتنے بڑے بڑے اولیاء اور صاحب کشف لوگ تھے تمام نے متفق طور سے یہی خبر دی ہے کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود چودھویں میں ہی آوے گا۔ چودھویں صدی سے آگے کوئی بھی نہیں بڑھا۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ "کاش وہ میرے زمانہ میں پیدا ہوں۔ تو مَیں اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچا دوں۔ ورنہ میں اپنی اولاد کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس کو یاد رکھیں میرا سلام پہنچاویں"۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو بہت کم توفیق قبول حق کی ملتی ہے۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے زمانہ سے پہلے ایک شخص بڑے زور سے وعظ کیا کرتا تھا کہ لوگو نبی آخر الزمان آنے والے ہیں۔ اُن کی آمد کے تمام نشانات اور لازم پورے ہو گئے ہیں مگر خدا کی شان کہ جب آپؐ مبعوث ہوئے تو اول المکذبین ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم زمانہ ہونا بھی ایک فخر اور تکبر بے جا پیدا کر دیتا ہے۔ جو قبول ہدایت سے محرومی کا باعث ہو جاتا ہے۔ صدیق حسن نے بھی ہماری کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اور بے ادبی کی تھی مگر

بہت دن نہ گذرے کہ خدائی عتاب میں

ملازمان ڈاک کی عام شکایتیں

قابل توجہ افسران ڈاک

راستی موجب رضائے خدا است۔ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

(۱) عام شکایت جو کہ لوکل پوسٹ افس اور آر۔ ایم۔ ایس والوں سے سُنی جاتی ہے۔ وہ کام کی زیادتی اور اسٹاف کی کمی ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر ملازمین کو ڈبل ڈیوٹی کچھ عرصہ تک بلا کسی ایلاونسی کے عرصہ تک کرنی پڑتی ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تھک کر بیمار ہو جاتے ہیں اور سک رپورٹ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

(۲) عام شکایت حقدار ہونے پر بھی وقت ضرورت کے رخصت کا نہ ملنا ہے کہ جس سے ملازمین کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور وہ نوکری کو ایک قید سمجھتا ہے۔

(۳) عام شکایت ہے کہ رخصت کی تنخواہ رخصت کے ایام میں نہیں ملتی بلکہ اُس وقت ملتی ہے کہ جب ملازم اپنی ڈیوٹی پر واپس آتا ہے۔ کہ جس سے اس کو خرچ خانگی کے چلانے میں بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔

(۴) عام شکایت ہے کہ اس محکمہ میں اکثر انگریزی تہواروں کی تعطیلیں ہوتی ہیں اور ہندو و مسلمان کے تہواروں کی مثل دیگر محکموں اسکول و کچہری وغیرہ کے نہیں ہوتیں۔

(۵) عام شکایت ہے کہ رخصت کے موقعہ پر سفر خرچ ملازم کو نہیں ملتا جیسا کہ ریلوے میں پاس وغیرہ کا قاعدہ ہے۔

(۶) ہرکاران و دیہاتی چٹھی رساں کو عام شکایت ہے۔ کہ ہم کو جاڑے۔ برسات میں میلوں کی مسافت بدشواری طے کرنی پڑتی ہے لیکن کوئی وردی ان موسموں کی شدت کے بچاؤ کے لئے مثل پولیس باران کوٹ اور کوٹ وغیرہ کے نہیں ملتی اور جو وردی سرکار نے تجویز کر رکھی ہے وہ بھی اپنے داموں سے بنانی پڑتی ہے جبکہ قلیل تنخواہیں مقرر ہیں بہ مشکل کنبہ کا گذر ہوتا ہے کیا خوب ہو کہ سرکار حسب دستور سابقہ ان غربا کو وردی عنایت کیا کرے۔

(۷) عام شکایت جو اکثر پوسٹ مین ۱۲ و ۱۳ ماہوار کے برانچ و سب پوسٹ ماسٹران کی جانب سے سُنی جاتی ہے۔ وہ کمیشن ٹکٹ ڈاک کی موقوفی پر اضافہ کا نہ ملنا ہے۔ جب کہ ان کو ٹکٹ ڈاک بدستور فروخت کرنے پڑتے ہیں۔ خصوصاً ایسے دفاتر میں کہ جہاں ان کی فروختگی ۳۰ و ۴۰ یومیہ ہے کہ جس کا ۶ و ۷ ماہوار تک کمیشن پڑتا ہے کہ جس کے نہ ملنے سے ان کو دل شکن نقصان بالکل عیاں ہے۔ پس امید کہ افسران ڈاک ضرور ایسے مستحق ملازمین کی تنخواہ کے اضافہ پر بھی غور فرمائیں گے کیونکہ ابھی تک کمیشن کی موقوفی پر بڑی تنخواہ کے ملازمین کو ہی کچھ اضافہ ملا ہے۔ راقم ایک خیر خواہ۔ کے۔ آر۔ پی سب پوسٹ ماسٹر

قسمت کو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند۔ دو تین ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا
کمیشن بند ہونے نے تو کم تنخواہ والوں کو حیران اور ششدر کر دیا۔

لیکن سرکار نے پھر مردہ دلوں کو تازگی دی کہ تو تنخواہ بڑھے گی اس پر دو لاکھ کی منظوری نے وہ وہ خیالات دیئے کہ اس ماہ میں ترقی ہو گی۔ تقریباً سال بھر ہو گیا۔ آنکھیں بھی پتھرا گئیں۔ کمیشن بھی نہ دار دا اور اضافہ تنخواہ بھی عنقا ہو گیا۔ امید خالی۔ بڑی تنخواہ والوں میں حصے ہو گئے۔ لیکن غریب کم تنخواہ والے جن کو ایک روپیہ بھی اضافہ لاکھ کا کام دیتا ہے۔ مُنہ دیکھتے رہ گئے۔ لیکن کم تنخواہ والے جن کو ترقی نصیب نہیں ہوئی ہے کیا بڑی تنخواہ والوں سے محنت اور منفعت کم کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ چوگنی۔ بحضور جناب ڈائرکٹر جنرل صاحب بہادر جن کا نام نامی نوشیروان کی طرح مشہور ہے ملتمس ہوں کہ ان غریب ملازمان کے حال پر ترحم فرما کر ان کی دلی مراد کو پورا کریں تاکہ یہ غریب بھی دلی مراد کو پہنچ کر حضور کے جان و مال کو دعائیں دیتے رہیں۔ (غلام محمد)

گلدستہ اخبار

تازہ ریلوے حادثہ:۔ اودھ روہیلکھنڈ ریلوے سے ایک خطرناک حادثہ کی خبر موصول ہوئی ہے جو غازی آباد مراد آباد برانچ لائن پر ۶ ماہ حال کو علی الصباح ۲ بجے کے قریب متصل سٹیشن ڈیسا واقعہ ہوا ہے۔ دونوں طرف سے مسافر گاڑیاں آ رہی تھیں جبکہ ٹکر واقعہ ہوئی۔ بہت سے مسافر مر گئے اور زخمی ہوئے۔ انجن کے تمام ملازم مر گئے۔ گاڑی کو آگ لگ گئی۔ مال اور جان کا از حد نقصان ہوا۔ دونوں گاڑیاں چکنا چور ہو گئیں۔ میرٹھ سے سول سرجن طلب کیا گیا۔ غازی آباد کا شفاخانہ زخمیوں سے بھرا ہوا ہے۔ کئی گاڑیاں آگ سے جل گئیں۔ ایک برات میں سے صرف ایک آدمی بچا۔ ایک بوگی گاڑی سیدھی کھڑی ہو گئی ہے اور ایک ستون سا معلوم ہوتی ہے۔ بعد کی خبر یہ ہے کہ غازی آباد کے شفاخانہ میں ۹۴ زخمی ہیں۔ اور دونوں ٹرینوں کی چھ چھ گاڑیاں جل گئی ہیں۔ جن میں سے دو آدمی مر چکے ہیں۔ کھتولی سے خبر آئی ہے کہ کثیر التعداد لاشیں غازی آباد کو لائی گئی ہیں۔ اور زخمی جب غازی آباد کے شفاخانہ میں نہیں سما سکے تو انھیں دہلی بھیجا گیا۔

کابل کی خبریں:۔ اخبار ٹریبون کا نامہ نگار شملہ سے بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے کہ مجھے اچھے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ امیر صاحب راہی ملک بقا نہیں ہوئے لیکن وہ بیمار ہیں۔ اسی وجہ سے وہ عہدہ نامہ روس پر دستخط نہیں کر سکے۔ تاہم یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ شرائط عہد نامہ کو پسند کرتے ہیں لیکن وہ ظاہرہ طور پر اپنی رضامندی کا اظہار کرنے سے معذور ہیں۔ کیونکہ خصوصاً ان کی بڑی بیگم صاحبہ اور سردار نصر اللہ خان اس کے مخالف ہیں۔ آخر الذکر کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ افغانوں کو ہمسایوں کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ترغیب دیتے ہیں۔ اور ملانوں کے ہاتھ میں ہیں لیکن اخبار انڈین ڈیلی نیوز کا نامہ نگار الہ آباد رادی ہے کہ امیر صاحب نے عہد نامہ مذکور کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

ریلوے سورٹروں میں بے چینی:۔ الہ آباد سرکل کے ریلوے میل سروس کے سورٹروں میں سخت بے چینی پھیل رہی ہے اسی سے زیادہ آدمیوں نے انسپکٹر جنرل کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا ہے۔ اس میں انھوں نے یہ شکایت کی ہے کہ ترقی کے وقت ان کے حقوق بالکل نظر انداز کر کے باہر کے آدمیوں کو اور بسا اوقات نئے اور غیر مستحق آدمیوں کو محض نگران افسر کا منظور نظر ہونے کی وجہ سے ترقی مل جاتی ہے اور مستحق آدمیوں کی دیرینہ اور قیمتی خدمات کا خواہ وہ ہندوستان سے باہر کے ہی کیوں نہ ہوں بالکل خیال نہیں کیا جاتا اس شکایت کو کئی صورتوں سے ثابت کیا گیا ہے میموریل اس طرح ختم ہوا ہے۔ آپ کے میموریل دہندگان یہ میموریل پیش کرنے میں بہت سخت خطرے میں پڑے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے نگران افسران کے ہاتھ سے انھیں سخت تکالیف اور نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔ اور خوف ہے کہ انھیں دور دراز اور غیر صحت بخش مقامات پر تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ آئندہ کوئی آپ کی خدمت میں اس قسم کے میموریل بھیجنے کی ہمت نہ کر سکے۔

نتیجہ کیا ہوا۔ اس میموریل کا تو ابھی کچھ نتیجہ نہیں ہوا مگر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جو شخص میموریل دہندگان کا سرغنہ خیال کیا جاتا ہے اسے آسام تبدیل کرنے کی فکر ہو رہی ہے صرف یہی نہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی حال ہی میں اسے ایذا پہنچائی گئی ہے ایک روز علی الصباح وہ گنگا جی جا رہا تھا۔ رستہ میں ایک آدمی ملا اور اُس نے اس کا نام پوچھا نام بتلانے پر پیچھے سے ایک دوسرے آدمی نے اس کے سر پر لٹھ دیا اور دونوں رفو چکر ہو گئے۔ لٹھ ذرا ایک کونے پر پڑا۔ اس لئے بہت چوٹ نہ آئی مگر سر پھوٹ ہی گیا۔ شبہ ہوتا ہے کہ جن اشخاص کو اس میموریل کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ ان میں سے کسی کی یہ کارگذاری ہے۔ افسران بالادست کو ضرور اس معاملہ کی تحقیقات کر کے حقداروں کو حق پہنچانا چاہیئے۔ حق داروں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھنا ہی ہندوستان کی اصلی بے چینی کی وجہ ہے۔

خالصہ ہائی سکول گوجرانوالہ کے بورڈنگ ہوس کی تعمیر کے لئے گورنمنٹ پنجاب نے دس ہزار روپیہ عطا کیا۔ گورنمنٹ کی اس امداد کی تمام سکھ قوم مشکور ہے۔

حجاز ریلوے:۔ مکہ معظمہ تک حجاز ریلوے کے پہنچانے کے لئے تقریباً ۷ ملین فرانک درکار ہیں۔ مگر فنڈ میں صرف ۸ ملین فرانک ہیں۔ تازہ ترین رپورٹ مظہر ہے کہ آخر جون تک لائن مدینہ منورہ تک پہنچ جائے گی۔ کیونکہ فاصلہ سو کیلومیٹر سے بھی کم رہ گیا ہے۔

قاہرہ کا ایک تار مظہر ہے کہ مسٹر سکاٹ سونکریف ڈپٹی انسپکٹر صوبہ نیل ازرق مقام مسلامیہ کے قریب قتل کیا گیا۔ گورنر صوبہ تھوڑی سی فوج لیکر موقعہ واردات [illegible]

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا